مولانا احمد رضا خان بریلویؒ بحیثیت مترجمِ قرآن

محمد امین

ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

Abstract

Molana Imam Ahmed Raza is Known as great islamic scholar Litrary Personality of 13 th centrury. Educated people know very well due to his sevices for the holy Quran. *He fulfilled his duties as a quranic scholar rightly. In this way his translation of Quran named Kanz-ul-Iman detailed Discription (which is available in shapes of different articles) is valuness of his work. He was an expert of subjects of rationalization and memorisation, his book about religious judgment (Fatawa-e-Razvia) is well known book.*

His translation of Holy quran and other written work clearly indicates love and respect for holy prophet (Sallaho alaihi wasallam). His works shows that he wanted to spread his knowledge and thinking (Which is totaly according to holy Quran amoung whole world. The topic of this assignment is propssed as "Ala Hazrat Molana Ahmed Raza as a spokesman of holy Quran. A breif introduction of Alahazrat's Quranic Services is presented in this assignment. Every thing which is written in this assignment has been written honestly.

مولانا احمد رضا خان بریلوی ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ جون 1854ء بروز اتوار بریلی شہر کے محلہ جسولی میں مولانا نقی علی خان (م ۱۸۸۰ء) کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا پیدائشی نام "محمد" اور تاریخی نام "المختار" ہے جبکہ آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خان نے آپ کا نام "احمد رضا" رکھا آپ کا تعلق پٹھانوں کے قبیلہ یوسف زئی سے ہے جس کا سلسلہ "سعید اللہ خان" تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والدگرامی مولانا نقی علی خان اور دادا مولانا رضا علی خان صاحب بھی اپنے وقت کے جلیل القدر علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کے والدگرامی کی علمی قابلیت کا اندازہ ہزاروں صفحات پر پھیلے بیش بہا علمی مباحث سے لگایا جاسکتا ہے۔(۲) مولانا احمد رضا خان نے مذہبی ماحول میں پرورش پائی اور اپنی بے پناہ خداداد صلاحیتوں اور حیرت انگیز حافظے کی بناء پر ۱۴ سال کی عمر میں علم تفسیر، حدیث، فقہ و اصول فقہ، منطق، فلسفہ اور علم الکلام، علم معانی و بیان جیسے مروجہ علوم دینیہ کی تکمیل کرلی۔

مولانا احمد رضا خان حضور اکرم ﷺ کی مسند علم کے صحیح جانشین ثابت ہوئے اور آفاق عالم میں آفاقی کتاب قرآن مجید کی ترجمانی کا حق ادا کیا اور عالم اسلام کو ان کے علوم وفنون پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنے زمانے کے مروجہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تمام جزئیات وکلیات پر کامل دسترس تھی اعلیٰ حضرت کی ان حیرت انگیز صلاحیتوں کے سبب یہ کہنا بجا ہے کہ ان کی تمام تر صلاحیتیں وہبی تھی بلکہ معلم حقیقی کی طرف سے ایک انمول تحفہ تھیں ایک محتاط اندازے کے مطابق ۵۵ علوم پر کامل عبور حاصل تھا۔ ان علوم پر لکھی گئی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ۱۰۰۰ ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ ترجمہ قرآن "کنز الایمان" اور فتووں کا مجموعہ "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" آپ کی علمی حیثیت پر شاہد ہیں۔ آپ نہ صرف ایک مترجم قرآن یا فقیہ عالم تھے بلکہ آپ ایک عظیم مفسر بھی تھے آپ نے اس کام میں نکتہ آفرینی سے کام لیا ہے۔ اگرچہ آپ نے قرآن کی کوئی مفصل تحریر بطور تفسیر نہیں کی مگر آپ کی جملہ تصنیفات وتالیفات کا کما حقہ بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ایک مبسوط اور مفصل تفسیر تیار ہوسکتی ہے۔ اس کا ثبوت تفسیر کی معرکۃ الآراء اہم کتب پر لکھے گئے تفسیری حاشیہ جات سے لیا جاسکتا ہے۔ درج ذیل کتب سے ان کی فن تفسیر میں کامل مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(1) حاشیہ الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی

(2) حاشیہ تفسیر بیضاوی

(3) حاشیہ الدر المنثور

(4) حاشیہ تفسیر خازن

(5) حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن

(6) انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شئی

(7) انوار العلم فی معنی استجب لکم

(8) النفحۃ الفائحۃ من مسک سورۃ الفاتحۃ (۳)

ان کتب سے آپ کی قرآنیات میں بالغ نظری کا خوب اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ قرآنیات کے ساتھ ساتھ علم حدیث کے جملہ گوشوں پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ آپ کے شہرہ آفاق کتاب الروضۃ البہیج فی آداب التخریج (۱۲۹۶ھ) سے لگایا جاسکتا ہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا رحمٰن علی اس کتاب کا تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اگر اس فن میں پہلے کوئی کتاب نہ لکھی گئی ہوتی تو پھر امام احمد رضا کو اس فن کا موجد کہا جائے گا" (۴)

میرا موضوع چونکہ "اعلیٰ حضرت بحیثیت ترجمان قرآن" ہے اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ لفظ "ترجمہ" کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیا جائے۔ اس کے لئے میں اپنے استاذ مکرم استاذ العلماء علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی تحقیق "اصول ترجمہ قرآن حکیم" کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔

خلاصہ

لفظ ترجمہ عربی زبان میں چار معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(1) کلام اس شخص تک پہنچانا جس تک کلام نہیں پہنچا مثلاً کہا جاتا ہے۔

ان الثمانین .... وبلغتها

قد احوجت سمعی الی ترجمان

"بیشک میں ۸۰ سال کی عمر کو پہنچ گیا اس عمر نے مجھے ترجمان کا محتاج بنادیا ہے۔ (یعنی مجھے مخاطب کی بات سنائی نہیں دیتی اس لئے میں ایسے شخص کا محتاج ہوں جو خاص طور پر مجھے وہ بات سنائے"

(2) کلام جس زبان میں ہے اسی زبان میں اسکی تفسیر کرنا جیسا کہ اسی معنی کے اعتبار سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ترجمان القرآن کہا جاتا ہے۔

(3) کسی دوسری زبان میں کلام کی تفسیر کرنا۔

اس معنی کے حوالے سے آپ لسان العرب اور قاموس کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ترجمان کلام کے مفسر کو کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شارح قاموس نے جوہری کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ترجمہ اور ترجم عنہ کا مطلب ہے کہ ایک شخص کسی کے کلام کا مطلب دوسری زبان میں کردے۔ مزید فرماتے ہیں کہ تفسیر ابن کثیر اور تفسیر بغوی سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ترجمہ عربی زبان میں مطلقاً بیان کرنے کو کہتے ہیں خواہ اسی زبان میں ہو یا دوسری زبان میں۔

(4) کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں نقل کرنا۔

چوتھے معنی کے حوالے سے "قاموس" کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر ترجمان کے پہلے حرف پر پیش یا زبر ہے تو اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان کی طرف نقل کرے قاموس کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ لفظ ترجمان کا تلفظ تین طرح سے کیا جاسکتا ہے۔

(1) تاء اور جیم دونوں پر پیش ...... تُرجُمان

(2) تا اور جیم دونوں پر زبر ...... تَرجَمان

(3) تا پر زبر اور جیم پر پیش ...... تَرجُمان

چونکہ ان چاروں معنوں میں بیان پایا جاتا ہے اس لئے وسعت دیتے ہوئے ان چار معنوں کے علاوہ ہر اس چیز پر ترجمہ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جس میں بیان ہو۔ مثلاً کہا جاتا ہے۔ ترجمۃ ھذا الباب کذا...... اس باب کا مقصد اور خلاصہ یہ ہے۔

عرف عام میں لفظ ترجمہ سے مراد چوتھا معنی مراد لیا جاتا ہے یعنی ایک کلام کا معنی کسی دوسری زبان میں کرنا۔

اقسام ترجمہ

عرف عام میں ترجمہ کی دو قسمیں ہیں۔ (1) لفظی (2) تفسیری

لفظی

لفظی ترجمہ میں اصل کلام کے کلمات کی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے اور ایک ایک کلمہ کی جگہ اس کا ہم معنی لفظ رکھا جاتا ہے اس ترجمہ کو حرفی ترجمہ بھی کہتے ہیں۔

تفسیری

تفسیری ترجمہ میں تحت اللفظ ایک ایک کلمہ کا ترجمہ نہیں کیا جاتا بلکہ مطالب و معانی کو بہتر اور موثر انداز میں پیش کیا جاتا ہے جس کو معنوی اور تفسیری ترجمہ کہا جاتا ہے یاد رہے یہ ترجمہ تفسیر نہیں ہوتا مشابہ تفسیر ہوتا ہے جیسے ترجمہ کنز الایمان۔

ترجمہ اور تفسیر میں فرق

ترجمہ اور تفسیر میں کئے لحاظ سے فرق ہے۔ تفسیر کا لغوی معنی ہے "واضح کرنا اور بیان کرنا" سورہ فرقان میں کلمہ تفسیر اور اس معنی میں آیا ہے۔

وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا۔

"اور کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر ہم اس سے بہتر بیان لے آئیں گے"

جبکہ اصطلاحی طور پر تفسیر وہ علم ہے جس میں انسانی طاقت کے مطابق قرآن پاک سے متعلق بحث کی جاتی ہے کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرتا ہے۔

تفسیر کی لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعد درج ذیل وجوہ سے ترجمہ اور تفسیر میں فرق کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ ترجمہ کے کلمات کی مستقل حیثیت ہوتی ہے اس کلمات کو اصل کلام کی جگہ رکھا جا سکتا ہے تفسیر کو اصل کلام کی جگہ نہیں رکھا جا سکتا۔

۲۔ ترجمہ میں اضافہ نہیں کیا سکتا وہ اصل کی نقل ہوتا ہے اس لئے دیانت داری کا تقاضہ یہ ہے کہ نقل کسی کمی بیشی کے بغیر اصل کے مطابق ہو۔ جب کہ تفسیر میں اصل کی وضاحت ہوتی ہے مثلاً بعض اوقات مفسر کو لغوی الفاظ کی شرح کی ضرورت پیش آتی ہے خصوصاً جب لفظ کا وضعی معنی مراد نہ ہو اس صورت میں بعض اوقات دلائل پیش کئے جاتے ہیں اور

بعض اوقات حکمت کو بیان کیا جاتا ہے اور پھر وضاحت کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر میں لغوی، اعتقادی، فقہی اور اصولی مباحث کے ساتھ ساتھ اجتماعی مسائل، اسباب نزول اور ناسخ و منسوخ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ترجمہ میں ان مباحث و مسائل کی گنجائش نہیں ہوتی۔(۶)

مناسب ہے کہ اس جگہ ان امور اور شرائط کو بھی ذکر کیا جائے جن کا ایک مترجم اور مفسر میں پایا جانا بے حد ضروری ہے بالفرض کوئی مترجم یا مفسر جو ترجمہ یا تفسیر کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ کہ میں ان امور اور شرائط پر پورا نہیں اترتا تو اسے چاہئے کہ وہ قرآن مجید کے ترجمہ یا تفسیر کرنے سے گریز کرے۔

شرائط اور امور اہمہ

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ (م۔ ۹۱۱ھ) (۱۵۰۵ء) مفسر قرآن کے لئے درج ذیل شرائط ضروری قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں مفسر قرآن کم از کم ان علوم پر کامل دسترس رکھتا ہو۔

> علم اللغة، علام النحو، علم الصرف، علم الاشتقاق، علم المعاني، علم البيان، علم البديع، علم القراءت، علم الاصول الدين، علم الاصول الفقه، علم الاسباب النزول، علم القصص القرآن، علم الحديث، علم الناسخ و المنسوخ، علم المحاورات في العرب، علم التاريخ اور علم اللدني.(۷)

خصوصی طور پر مترجم کے لئے ضروری ہے کہ سابقہ شرائط کے ساتھ ان ضروری امور کا بھی خیال رکھے مثلاً:

۱۔ مترجم جس زبان میں ترجمہ کر رہا ہے اس زبان اور عربی زبان کے معانی وضعیہ سے آگاہ ہو، اسے معلوم ہو کہ کونسا لفظ کس معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔
۲۔ مترجم دونوں زبانوں کے اسالیب اور خصوصیات کا علم رکھتا ہو۔
۳۔ کسی لفظ کے متعدد مطالب ہوں تو ان میں سے راجح مطلب اختیار کرے۔
۴۔ اللہ رب العزت کی عظمت و جلالت کو پیش نظر رکھے کہ ترجمہ کرتے وقت کوئی ایسا لفظ نہ لائے جو بارگاہ الٰہی کے شایان شان نہ ہو۔ مثلاً آیہ کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔

ان المنافقين يخادعون الله و هو خادعهم.

"البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا"(۸)

یہ ترجمہ کسی بھی طرح سے اللہ رب العزت کی عظمت کی عظمت اور شان الوہیت کو مدنظر رکھتے ہوئے نہیں کیا گیا اللہ کی طرف دغا کی نسبت کرنا کسی صورت درست نہیں اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے اگر صحیح مفہوم بیان کرنے کا کسی نے حق ادا کیا ہے تو وہ اعلیٰ حضرت ہی ہیں۔ آپ نے کیا خوب ترجمہ کیا ہے۔

ان المنافقین یخادعون اللہ وھو خادعھم.

ترجمہ: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا۔(۹)

۵۔ مقام انبیاء اور انکے تقدس کو ملحوظ رکھے ان کی شان میں کوئی ایسا کلمہ ذکر نہ کرے جس سے انکی کسی بھی طرح کی تنقیص کا پہلو نظر آئے۔ مثلاً: ذیل آیت کا بعض نے ترجمہ یوں کیا

حتّٰی اذا استیئس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا.(۱۰)

''یہاں تک کہ ناامید ہو گئے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا''

اس ترجمہ میں رسولان گرامی کی طرف دو طرح کی نسبتیں کی گئیں ہیں جو ان کے شایان شان نہیں۔

(1) رسولوں کی طرف سے مایوی کی نسبت کی گئی حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لا یستئس من روح اللہ الا القوم الکافرون.(۱۱)

انبیاء معصوم ہوتے ہیں انکے خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ ان کو جو اللہ کی طرف سے کہا گیا تھا وہ جھوٹ تھا۔ یہاں بعض حضرات کو مغالطہ ہوا اور ظنوا کی ضمیر سے رسول مراد لیے جبکہ ظنوا کی ضمیر سے قوم مراد ہے نہ کہ رسول۔

۶۔ اسلام کے قطعی اور یقینی عقائد کو ملحوظ خاطر رکھا جائے مثال کے طور پر اللہ کی قدرت کا انکار کرنا۔ مثلاً اس آیت کا کچھ لوگوں نے ترجمہ کیا ہے۔

فظنّ ان لن نقدر علیہ.(۱۲)

''پھر سمجھا (یونس علیہ السلام) نہ پکڑ سکیں گے اس کو''

اس آیت میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہے ترجمہ میں ان کی طرف اس امر کی نسبت کی گئی ہے کہ انہوں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں نہ پکڑ سکے گا یہ اللہ کی قدرت کا انکار ہے اور اس کی نسبت حضرت یونس علیہ السلام کی طرف کرنا کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

قَدَرَ یَقْدِرُ

اس لفظ کے دو معانی ہیں

(1) قادر ہونا.........(2) تنگی کرنا

علامہ محمد بن مکرم افریقی فرماتے ہیں اس آیت میں جس نے قدر یقدر کا معنی قادر ہونا مراد لیا اور اس کی نسبت حضرت یونس علیہ السلام کی طرف کی تو یہ ناجائز اور کفر ہے اس معنی گمان کرنا بھی کفر ہے.........ایسی تاویل وہی کریگا جو عرب کے کلام اور انکی لغات سے جاہل ہو۔(۱۳)

(7) قرآن مجید چونکہ مرتبہ اعجاز پر فائز ہے اس لئے مترجم کو چاہیے کہ علم معانی اور بیان کے ذریعے ایسا ترجمہ کرے جس

سے اعجاز قرآنی کی جھلک دکھائی دے۔

(8) جس زبان میں ترجمہ کیا جائے اسکے اسلوب اور مزاج کو پیش نظر رکھا جائے۔

اعلیٰ حضرت بحیثیت ترجمان قرآن

اعلیٰ حضرت کا دور تیرہویں صدی کا دور تھا برصغیر پاک و ہند کی حالت نہایت ابتر تھی انگریز یہاں مختلف سازشوں کے ذریعے سے مسلمانوں کو آپس میں لڑا رہا تھا انگریز نے مسلمانوں کے درمیان نہ صرف خونی جنگ سے ابتدا کی بلکہ اس نے مسلمانوں کی یکجہتی ختم کرنے کیلئے نام نہاد مسلمانوں اور نام نہاد علماؤں کے ذریعے اول تو ترجمہ قرآن کے ذریعے لوگوں کو منتشر کرنے کی سازش کی اور دوسری طرف اس نے نبی کریم ﷺ کی محبت و عظمت جو مسلمانوں کے دلوں میں رچی ہوئی تھی اُکو کم کرنے کیلئے نام نہاد مسلمانوں سے ایسی ایسی باتیں قلم سے لکھوائیں جو تیرہ سو سال میں کسی نے نہ لکھیں اور انکے ذریعے مسلمانوں کو منتشر کر دیا۔ ان کی اس ناپاک سازش میں شیطان نے انکا بہت ساتھ دیا اور یہ شیطانی تحریک دیکھتے دیکھتے پورے برصغیر میں سرعت کے ساتھ پھیل گئی لیکن وہ نادان یہ بھول گئے تھے کہ اللہ رب العزت نے منزل کلام اور منزل علیہ کی رفعت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون اور ورفعنا لک ذکرک (۱۵) کی صدا دے رکھی ہے۔ لہٰذا ان حالات کے پس منظر میں ایک جامع مستند اور صحیح ترجمہ کی ضرورت تھی۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی سے کام لیا اور امت مسلمہ کو کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے مستند اور صحیح ترجمہ کی نعمت سے نوازا۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے موصوف کے ذریعے کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن میں اسلاف کے عقائد کا رنگ نمایاں کر دیا ومن احسن من اللہ صبغۃ (۱۶) کی تصویر انسانیت کو عطا کی تو مبالغہ نہ ہوگا۔

میں عقیدت و محبت سے ہٹ کر یہ کہنے پر حق بجانب ہوں کہ اعلیٰ حضرت نے جو یہ ترجمہ بنام کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کیا ہے بیسوں علوم پر کامل دسترس عبقری شخصیت کے حامل ہونے کے سبب یا اصل ماخذ عربی پر عبور ہونے کے سبب نہیں کیا یہ ترجمہ تائید الٰہی نظر رسول اور عشق رسول کا ثمر ہے۔ یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بے حد شہرت سے نوازا ہے۔ جب کوئی تفسیر کبیر اور روح المعانی جیسے تفاسیر کا مطالعہ کرتا ہے پھر ترجمہ کنز الایمان کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ان تمام تفاسیر کا نچوڑ اپنے ترجمہ میں سمو دیا ہے اور یہ قاری کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس ترجمہ کی حیثیت تراجم میں ایسی ہے جیسے تفاسیر میں امام رازی کی تفسیر کی حیثیت ہے۔

اسلوب، خصائص امتیازات

اردو زبان میں قرآن پاک کے تراجم دو طرح کے ہوتے ہیں لفظی اور با محاورہ۔ لفظی ترجمہ میں قاری قرآن کے ہر ہر لفظ کے معانی سے تو باخبر ہو جاتا ہے لیکن لفظی ترجمہ میں ربط و ضبط کا نہ تو تسلسل باقی رہتا ہے نہ روانی نہ ہی کلام کے حسن کی وہ تصویر باقی رہتی ہے جو قاری اپنے ذہن میں لے کر مطالعہ کرتا ہے۔

دوسرا اسلوب ترجمہ با محاورہ ہے یہ اسلوب اس ضرورت کے تحت کیا جاتا ہے تاکہ مضمون کا تسلسل قائم ہو۔ لیکن بعض

مترجمین زبان دوزی پر توجہ دیتے ہیں اور طرح طرح کے محاورات اور مضمون نگاری کو استعمال کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن کا صحیح مفہوم پڑھنے والے کے ذہن میں منتقل نہیں ہو پاتا اس طرح قرآن کا مفہوم صرف با محاورہ ترجمہ کرنے سے بھی کماحقہ پورا نہیں ہو پاتا۔ دیکھا جائے تو قرآن کا ایک اپنا اسلوب ہے یہ اسلوب نہ تو صرف لفظی ہے اور نہ صرف با محاورہ۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جو قرآن مجید کا اردو زبان میں ترجمہ کنز الایمان کے نام سے تخلیق کیا ہے، نہ صرف لفظی ترجمہ کے نقائص سے پاک ہے بلکہ طرح طرح کے محاورات اور مضمون نگاری کے بوجھ سے بھی خالی ہے یہ ایک ایسا ترجمہ ہے جس میں ہر حسن کو سمو دیا گیا ہے ترجمہ ایسے انداز سے کیا گیا ہے کہ نہ جدید اسلوب کے لحاظ سے با محاورہ ہے نہ قدیم اسلوب کے لحاظ سے تحت لفظی ہے ترجمہ کنز الایمان کا ایک اپنا اسلوب ہے اس ترجمہ میں لفظی کمالات کے حوالے سے قرآن مجید ہر ہر لفظ کے صحیح مفہوم کو بیان کیا گیا ہے اور ایسا بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے کے بعد کسی لغت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور با محاورہ ترجمے کے حسن کو بھی اس انداز سے پرو دیا گیا ہے کہ پڑھنے کے بعد عبارت میں کسی قسم کا بوجھ باقی نہیں رہتا اس ترجمہ کے متعلق اگر یوں کہا جائے کہ یہ ترجمہ قرآن کے اپنے اسلوب سے قریب ترین ہے تو غلط نہ ہوگا۔

خصائص

ترجمہ کنز الایمان کے خصائص کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دور حاضر میں اردو کے شائع شدہ تراجم میں صرف ایک ترجمہ کنز الایمان ہی ہے جو قرآن کا صحیح ترجمان ہے یہ ترجمہ ذہن و فکر میں عشق و ایمان کی تازگی، دلوں میں لطافت و نزاکت اور روحوں میں بالیدگی لاتا ہے اس کے پڑھنے سے قرآنی ہدایات کے جلوے محسوس ہوتے ہیں تاریک قلب و جگر میں انوار و تجلیات بکھر جاتے ہیں۔

حضرت علامہ بدر الدین علیہ الرحمہ کنز الایمان کی انفرادی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ دور حاضر میں اردو میں شائع ہونے والے ترجموں میں صرف ایک ہی ترجمہ کنز الایمان ہے جو قرآن کا صحیح ترجمان ہے۔
۲۔ اہل تفویض کے مسلک کا عکاس ہے۔
۳۔ اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا مؤید ہے۔
۴۔ زبان کی روانی اور سلامت میں بے مثل ہے۔
۵۔ عوامی لغات اور بازاری بولی سے یکسر پاک ہے۔
۶۔ جو تفاسیر معتبرہ و قدیمہ کے مطابق ہے۔
۷۔ قرآن کریم کے اصل منشاء و مراد کو بتاتا ہے۔
۸۔ آیت ربانی کے انداز خطاب کو بتاتا ہے۔
۹۔ قرآن کے مخصوص محاوروں کی نشاندہی کرتا ہے۔
۱۰۔ حضرت انبیاء کی عظمت و حرمت کا محافظ و نگہبان ہے۔

۱۱۔ قادر مطلق کی ردائے عزت وجلال میں نقص وعیب کا دھبا لگانے والوں کے لیے شمشیر براں ہے۔

۱۲۔ علماء ومشائخ کے لیے حقائق وصداقت کا امنڈتا ہوا سمندر ہے۔(۱۷)

میں سمجھتا ہوں اعلیٰ حضرت نے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ترجمہ کیا ہے "اللہ کے نام سے شروع۔ الخ" اس میں ایک تو بارگاہ الوہیت کے آداب کو بجالایا گیا ہے اور فرمان مصطفیٰ ﷺ پر عمل کرتے ہوئے مقام مصطفیٰ ﷺ کا لحاظ رکھا ہے بعض مترجمین نے فعل کو اللہ کے ذکر سے مقدم کیا ہے اور ترجمہ کیا ہے "شروع اللہ کے نام سے" جو بالکل مناسب نہیں۔ اگر کوئی شخص کہے کہ یہ لفظی ترجمہ ہے۔ تو ان سے باادب عرض ہے کہ ہر جگہ لفظی ترجمہ نہیں کیا جاتا۔ اگر ایسا ہے تو پھر اقم الصلوٰۃ چہ معنی دارد؟

بعض مترجمین نے مکر کا معنی مکر ہی کیا ہے۔ اردو زبان میں مکر فریب دھوکہ جیسے رذیل صفات کے اظہار کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے یہاں ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین کا ترجمہ سب سے نرالا ہے کیا ہے۔

"اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کی ہلاکت کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے"(۱۸)

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں جس چیز کو سب سے زیادہ (Highlight) کیا گیا ہے وہ ہے اللہ رب العزت کی الوہیت کا لحاظ اور انبیاء و رسل کے مقام و مرتبہ اور آداب کا خیال۔ اس سلسلہ میں میں چند آیات کے نمونے پیش کرتا ہوں کہ کس طرح انہوں نے ان تمام اوصاف کو سمیٹتے ہوئے قرآن کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ مثلاً ایک آیت ہے۔

قُلِ اللّٰہُ اَسْرَعُ مَکْرًا.(۱۹)

بعض حضرات نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے:

"کہہ دے کہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلے"

یہاں مکر کے معنی "حیلہ" کئے ہیں جن کی نسبت خدا کی طرف کرنا کسی صورت بھی جائز نہیں۔

اعلیٰ حضرت نے مکر کا معنی خفیہ تدبیر کیا اور معترض ذہنوں تمام اشکالات رفع کر کے اللہ رب العزت کی الوہیت کا خیال رکھا۔

اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کیا:

"تم فرمادو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے"(۲۰)

ایک دوسری آیت میں بعض حضرات لغوی اعتبار سے بے خبری کے سبب ایسا ترجمہ کر گئے اگر ایسا ترجمہ جان بوجھ کر کیا جائے تو ایسا ترجمہ ایک مسلمان کو حد کفر میں داخل کر دیتا ہے آیت ہے۔

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ (۲۱)

یہاں نقدر یعنی "لَنْ نَّقْدِرَ" کا ترجمہ بعض حضرات نے قادر ہونا کیا ہے۔ جیسے "پھر سمجھا نہ پکڑ سکیں گے اسکو"

اس آیت میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہے یعنی ناقص ترجمہ "سمجھا" کا فاعل یونس علیہ السلام ہیں اس ترجمہ سے معلوم

ہوتا ہے کہ یونس علیہ السلام نے خیال کیا کہ خدا کی ذات ان پر قابو نہ پاسکے گی۔ معاذ اللہ ایسا خیال تو ایک عام مسلمان بھی نہیں لاسکتا چہ جائیکہ ایک عظیم پیغمبر۔

"قدر یقدر" دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(1) قادر ہونا (2) تنگی کرنا

یہاں دوسرا معنی مراد ہے پہلا نہیں۔

صاحب لسان العرب فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ اس آیت کے کیا مراد ہے لیکن جس شخص نے اس آیت میں قدر کو قدرت سے ماخوذ مان کر کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو پکڑ نہ سکے گا یا جائز اور اس معنی کا گمان کرنا کفر ہے۔

اس آیت کا صحیح معنی وہی شخص کرسکتا ہے جو لغت عرب سے واقف ہو۔ (۴۲)

اعلیٰ حضرت نے دوسرے معنی کو مدنظر رکھ کر ترجمہ کیا ہے کہ "گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے" (۴۳)

امتیازات

اعلیٰ حضرت واحد مترجم قرآن ہیں جنہوں نے قرآن پاک کی آیت عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم میں عضوا اور غیض کا صحیح ترجمہ کیا جو لغت کے عین مطابق ہے۔ (۴۴)

اس آیت میں عضوا اور غیظ کے الفاظ آئے ہیں بعض مترجمین نے عضو کا ترجمہ کیا ہے کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں جبکہ عضو کا مطلب ہے انگلیوں کو چبانا۔

اعلیٰ حضرت نے اس آیت کا صحیح ترجمہ کیا:

"تم پر انگلیاں چبائیں غصے سے" (۴۵)

اس آیت میں لفظ غیظ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے اس سے مراد غصہ کیا ہے اور جو دوسرے مرتبہ غیظ کا لفظ استعمال ہے اس سے مراد گھٹن لیا ہے۔ اگر ہم لغت کو استعمال ہوا ہے اس سے مراد گھٹن ہے امام راغب اس آیت میں دوسری مرتبہ غیظ کا جو لفظ استعمال کیا ہے اس کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "جب غصہ شدت اختیار کر جائے تو اس کے نتیجے میں جو طبیعت میں گھٹن پیدا ہوتی ہے کہ جب آدمی نہ کچھ کرسکتا ہے نہ خاموش رہ سکتا ہے، گھٹن کی اس کیفیت کو بھی غیظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس دوسرے غیظ کے لئے آیت کا پہلا غیظ سبب ہے اور پہلے غیظ کے لئے آیت میں دوسری مرتبہ غیظ کا لفظ اس کا نتیجہ ہے۔

امام احمد رضا نے عربی لغت کی تفصیلات کو غیظ کے دو لفظوں میں پیش کر دیا۔

خدمت قرآن پاک کی وہ لاجواب کی

راضی رضا سے صاحب قرآن آج بھی

حوالہ جات

۱۔ قرآن مجید، القیامۃ 19/75

۲۔ ڈاکٹر محمود حسین بریلوی، مولانا احمد رضا کی عربی زبان و ادب میں خدمات، ص 88

۳۔ ایضاً۔ 234-237

۴۔ مولانا رحمن علی، تذکرہ علماء ہند، ص، 100

۵۔ قرآن مجید، فرقان 33/25

۶۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، (ملخصاً) اصول ترجمہ قرآن کریم۔

۷۔ امام جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج 2، ص 185 سہیل اکیڈمی

۸۔ قرآن مجید، النساء، 142/4

۹۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، نساء، 142/4، ضیاء القرآن پبلیکیشنز

۱۰۔ قرآن مجید، یوسف 110/12

۱۱۔ ایضاً 87/12

۱۲۔ ایضاً انبیاء، 87/21

۱۳۔ ابن منظور محمد بن مکرم افریقی، لسان العرب، ج 5، ص 77۔

۱۴۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، حجر 9/15، ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔

۱۵۔ قرآن مجید، الم نشرح 4/94

۱۶۔ ایضاً، بقرہ 138

۱۷۔ مولانا بدر الدین، سوانح اعلیٰ حضرت، ص 366، رضا اکیڈمی بمبئی۔

۱۸۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔ آل عمران 84/3، ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔

۱۹۔ قرآن مجید، یونس 21/10

۲۰۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، یونس 21/10 ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔

۲۱۔ قرآن مجید، انبیاء، 87/21

۲۲۔ ابن منظور محمد بن مکرم افریقی، لسان العرب، ج 5، ص 77۔

۲۳۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔ الانبیاء، 87/21، ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔

۲۴۔ قرآن مجید، آل عمران 119/3۔

۲۵۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، آل عمران 119/3۔